قول وعمل کا تضاد اور اسلام

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

آسمانی وحی میں جن بڑے بڑے جرائم کو حق تعالیٰ کے شدید غضب وناراضی کا سبب قرار دیا گیا ہے ان میں سے قول وعمل کے تضاد کو بھی ذکر فرمایا گیا ہے، قرآن کریم میں سورۂ صف میں ارشاد ہے:

’’یٰٓا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔‘‘ (الصف:۲،۳)

’’اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بہت ناراضی کی بات ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔‘‘

درحقیقت نفاق بھی یہی چیز ہے کہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے، منافقوں کے لیے سزا اور وعید بھی قرآن کریم میں شدید آئی ہے:

’’إِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِیْ الدَّرْکِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔‘‘ (النساء:۱۴۵)

’’بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے۔‘‘

نفاق کی تین صورتیں

اسلام کی اصطلاح میں الحاد اور زندیقیت کا بھی یہی مفہوم ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے زندیق اسی کو بتایا ہے جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرے اور دل میں کفر چھپائے، گویا قول وعمل کے تضاد کا نام نفاق ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ قلبی اعتماد تو صحیح ہو مگر عمل دعویٰ کے خلاف ہو، یہ نفاق فی العمل ہے۔ دوم یہ کہ دل سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر سرے سے اعتقاد ہی نہ ہو، بلکہ صرف ظاہرداری کے لیے ایمان واسلام کے زبانی دعوے کیے جائیں، یہ نفاق اعتقادی کہلاتا ہے جو کفر خالص ہے اور اس کے لیے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ کی وعید ہے۔ سوم یہ کہ ایک شخص دل میں عقیدۂ کفر رکھتا ہے، مگر ظاہری طور پر اسلام کا انکار نہ کرے، بلکہ بظاہر اسلام کا اقرار کرے اور قرآن وحدیث کی نصوص میں تاویل وتحریف کرکے انہیں اپنے عقائد باطلہ پر چسپاں کرے، یہ زندقہ اور الحاد کہلاتا ہے جو نفاق فی

التعبیر سے پیدا ہوا اور نفاق کا یہ درجہ سب سے اشد ہے، چنانچہ منافق کی توبہ بالاتفاق مقبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ بعض علماء کے نزدیک لائق التفات نہیں۔ ان تین مراتبِ نفاق میں فرق یہ ہے کہ نفاقِ عملی کی صورت میں ایمان واعتقاد باقی ہے اور عمل کے بہت شعبے بھی موجود ہیں، مگر کسی خاص شعبۂ عمل میں نفاق ہے اور نفاقِ اعتقادی میں نہ ایمان ہے نہ اسلام، نہ عقیدہ ہے، نہ عمل صرف ظاہر داری کے لیے دعویٰ ہی دعویٰ ہے، یعنی خالص کفر کے باوجود اسلام کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور تیسرا مرتبہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس میں نفاق اعتقادی کے ساتھ نصوص میں تحریف کا اضافہ ہوجاتا ہے، گویا خالص کفر کو تاویلات کے ذریعے اسلام ثابت کیا جاتا ہے، الغرض قول وعمل کا تضاد ہو یا نفاق ہو حق تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم ہے، شدید غضبِ الٰہی کا سبب ہے۔

آج مسلمانوں کا بظاہر عام جرم یہی ہے کہ زبان سے اسلام کا دعویٰ ہے، لیکن عمل وہ ہیں جن سے کافر بھی شرمائے اور افراد واشخاص ہوں یا حکومتیں، راعی ہوں یا رعایا سب آج اس عظیم معصیت میں مبتلا ہیں، نفاق عملی میں تو قریباً سبھی مبتلا ہیں کہ زبان سے دعوے کچھ کیے جاتے ہیں اور عمل کچھ اور ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ تو واقعۃً نفاقِ اعتقادی کے مریض ہیں، یعنی وہ مسلمان صرف اس لیے کہلاتے ہیں کہ ان کو مسلمانوں سے واسطہ ہے، ورنہ ان کے دل میں اسلام نہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عظمت ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا اعتقاد ہے، اور بہت سے لوگ اسلام کی پیمائش نفس وشکم کے پیمانے سے کرتے ہیں، گویا انسان کو دینِ اسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ خود اسلام کو انسانی خواہشات کے پیچھے چلنے کے لیے نازل کیا گیا ہے، وہ مسلمانوں پر یہ فرض عائد نہیں کرتے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے ڈھانچے میں ڈھالیں، بلکہ وہ اسلام پر یہ فرض عائد کرتے ہیں کہ وہ انسانی خواہشات کے سانچے میں ڈھلتا رہے، یہ موجودہ دور میں زندقہ کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آج عمومی طور پر مسلمان نفاقِ عملی یا اعتقادی میں مبتلا ہے، آج ہمیں جو ذلت ونکبت نصیب ہورہی ہے، درحقیقت اس منافقانہ طرزِ زندگی کی سزا ہے۔

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا اور اَب تک کیا ہوا؟

ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں ہم نے یہی نعرے لگائے کہ مسلمانوں کے لیے ایک مستقل جداگانہ سرزمین کی اس لیے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لیے اسلام کی حکومت قائم ہو اور سر سے پیر تک اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو، اس موقع پر ہم نے بڑے بلند بانگ دعوے کیے تھے کہ حق تعالیٰ کے قوانینِ عدل کا اجرا ہوگا، اسلامی شعائر کا احیاء ہوگا، اسلامی اتحاد کا خواب پورا ہوگا، اسی مقصد کے لیے جلسے کیے، جلوس نکالے، کوششیں کیں، قراردادیں پاس کیں، جان ومال اور عزت وآبرو کی قربانیاں دیں، جو کچھ ہوا اور جو کچھ کیا اس کی تاریخ آپ کے سامنے ہے، بہرحال جدوجہد ٹھکانے لگی،

حق تعالیٰ نے غلامی کے طویل دور کے بعد آزادی کی نعمت نصیب فرمائی اور ایک بڑی عظیم سلطنت عطا فرمائی۔ ۱۲؍کروڑ کی قابل قدر، اطاعت شعار، فرمانبردار رعیت عطا فرمائی جس نے کارخانے بنائے، کاروبار کو ترقی دی، مملکت کو آباد کیا، اس کو چار چاند لگائے، باہر کی دنیا میں اس کا وقار قائم کیا، مسجدیں بنائیں، مدرسے تعمیر کرائے اور اتنا کمایا کہ اپنے ٹیکسوں سے حکومت کے خزانوں کو معمور کیا اور قوم کی محنتوں سے ملک کہاں سے کہاں پہنچا، ماضی وحال کی تاریخ آپ کے سامنے ہے، غرض دین و دنیا کی سعادتوں سے مملکت کو ہم کنار بنایا، لیکن جس بنیادی مقصد کا بار بار اعلان کیا جاتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہوگی اور یوں عالمِ اسلام سے اتحاد ہوگا، اس کے لیے حکمرانوں اور حکومتوں نے کیا کیا؟ اپنے وعدوں کو کہاں تک پورا کیا؟ یہاں کون کون سے اسلامی قوانین جاری ہوئے؟ کفر والحاد کو کہاں تک ختم کیا گیا؟ اسلامی معاشرت قائم کرنے کے لیے کیا کیا اقدام کیے گئے؟ ان تمام سوالات کا جواب حسرت ناک نفی میں ملے گا، آخر امتحان کا یہ عبوری دور تھا، کون سی نعمت تھی جو حق تعالیٰ نے نہ دی ہو؟ کون سی فرصت تھی جو نہ ملی ہو؟ لیکن واحسرتاہ! کہ ربع صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا، مگر پاکستان کے مقصدِ وجود کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا، کون سا وعدہ پورا کیا گیا؟ کون سی اسلامی عدالت قائم ہوئی؟ زانی اور شرابی کو کون سی سزا دی گئی؟ بداخلاقی کا کیا انسداد کیا گیا؟ ظلم، عدوان، رشوت ستانی، کنبہ پروری، بے حیائی وعریانی، سودخوری وبدمعاشی کو ختم کرنے کے لیے کون سا قدم اٹھایا گیا؟ بلکہ اس کے برعکس یہ ہوا کہ سودخوری، شراب نوشی، بداخلاقی اور بے حیائی کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی، بلکہ سرکاری ذرائع سے اس کی نشر واشاعت میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی گئی۔ ''بینات'' کے صفحات میں ان دردناک داستانوں کو بار بار دہرایا گیا ہے۔

فسق وفجور اور گناہوں کے اثرات

آخر اس فسق وفجور کی کثرت اور خدا فراموش زندگی کی لعنت سے دشمنانِ اسلام (ہندوستان، امریکہ، روس) کے گٹھ جوڑ سے ایک جھٹکا لگا، اور اس بے نظیر مملکت کا ایک حصہ کاٹ دیا گیا اور بقیہ حصہ کو شر وفساد، اختلاف وانتشار، ہوشربا گرانی اور قحط میں مبتلا کردیا گیا، امن وامان ختم ہوگیا، کسی کی نہ جان محفوظ نہ کسی کا مال محفوظ، نہ کسی کی آبرو محفوظ، بڑی بڑی صنعتیں نیشنلائز کی گئیں مگر نتیجہ صفر، زمینداروں اور کسانوں کے درمیان باہم دست وگریباں کی فضا پیدا ہوگئی، مزدوروں اور کارخانہ داروں کے درمیان بے اعتمادی کی لہر دوڑ گئی، حکمرانوں کی عزت واحترام کا جذبہ رعایا کے دلوں سے نکل گیا، آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کس لیے ہوا؟

جواب صاف اور واضح ہے کہ ہم نے نفاق سے کام لیا، اسلام سے روگردانی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کی، خدا تعالیٰ کو دھوکا دیا، قول وعمل کے تضاد کو شعار بنایا اور منافقانہ زندگی کو اختیار کیا:

کارہا باخلق آری جملہ راست
باخدا تزویر و حیلہ کے رواست

آخرحق تعالیٰ کے قانونِ عدل کا ظہور شروع ہوگیا، قرآن کریم بار بار حق تعالیٰ کے اس قانونِ عدل کا صاف اعلان کرتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی جائے اور قانونِ خداوندی کی توہین کی جائے تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں ان سے چھین لی جاتی ہیں اور ان کے بدلے میں عذابِ شدید اس قوم پر مسلط کردیا جاتا ہے، ارشاد ہے:

’’لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔‘‘ (ابراھیم:۷)

’’اگر شکر کروگے تو تمہیں زیادہ انعام دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد ہے:

’’فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔‘‘ (الانعام:۴۴،۴۵)

’’پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھول گئے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو اُن کو ملی تھیں خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا۔ پھر وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے۔‘‘

نیز ارشاد ہے:

’’وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ أٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔‘‘ (النحل:۱۱۲)

’’اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ بڑے امن واطمینان میں تھے، ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا۔‘‘

کیا یہ ارشادات ہماری تنبیہ اور گوشمالی کے لیے کافی نہیں؟ کیا دن بدن ہمارا قدم نحوست وادبار کی طرف نہیں بڑھ رہا؟ کیا ہم نے خدا کی متواتر نعمتوں کی ناشکری میں کوئی کسر چھوڑی ہے؟ کہاں گئی وہ قرردادِ مقاصد جو شیخ الاسلام حضرت عثمانی رحمہ اللہ کی کوششوں سے پاس ہوئی تھی؟ کہاں ہے وہ تعلیماتی بورڈ جس پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا تھا؟ کہاں ہے وہ اسلامی کونسل جس پر لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہورہا ہے؟ کیا یہ سب کچھ نفاق نہیں ہے؟ غضبِ الٰہی کو دعوت دینے والی کون سی برائی ہے کہ اس کو نہ اپنایا ہو اور نیکی وفلاح وبہبود کا کون سا کام ہے جسے ہم نے نہ ٹھکرایا ہو؟ نہ معلوم کہ غفلت کے پردے کب چھٹیں گے اور بدنصیب قوم کا طالعِ سعید کب طلوع ہوگا؟